حاجی لق لق۔ پاک فوج کا ایک درخشندہ ادبی ستارہ

ڈاکٹر تنویر حسین

Dr. Tanweer Hussain

Assistant Professor, Department of Urdu,

Lahore Garrision University, Lahore.

Abstract:

Pakistan army is not only the defender of the boundries but in the field of literature, it has its own recognition also. The rankers of infantory, navy and airforce has sought help of pen for their creative thoughts. In any form of literature, our defender's contributions are not less than others. In this connection, a well known name is Haji Laq Laq (Bao Ata Muhammad Chishti). He retired from army as a captain. In the age of sixty four he died, but he left the legacy of poetry, prose and humour, which is quite enough to keep his name alive. Haji Laq Laq wrote fifteen books. Besides this, he served as a journalist in different newspapers and magazines. He earned name and fame. His contemporaries also appreciated his creative qualities. The titles of his books are very attractive. His work consists of every field of literature. The language used in the books is very simple and interesting.

قصور کی دھرتی علم وادب اور سیاسی وسماجی حوالے سے تاریخ میں ایک اہم شہرت رکھتی ہے۔عبداللہ خویشگی (۱)، بابا بلھے شاہ (۲)، غلام محی الدین (۳)، کے علاوہ مولوی محمد شفیع (۴)، ڈاکٹر منظور الٰہی ممتاز (۵)، خلیل آتش (۶) اور دیگر نامور لوگ قصور کی پہچان ہیں۔ان سب نے اپنے علم وفضل کے بل بوتے پر قصور کے وقار میں اضافہ کیا اور یوں قصور نہ صرف ملکی حوالے سے بلکہ بین الاقوامی حوالے سے بھی اپنی ایک الگ شناخت رکھتا ہے۔قصور قدامت کے اعتبار سے لاہور کے متوازی سمجھا جاتا ہے۔ مغلیہ عہد میں یہاں مختلف پٹھان سرداروں نے اپنے اپنے ناموں سے مختلف بستیاں آباد کیں جو کوٹ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ قبل از تقسیم قصور مختلف حصوں پر مشتمل تھا۔ پٹی، کھیم کرن، قصور وغیرہ۔ پٹی وہ علاقہ ہے جہاں سے نامور لوگ نکلے اور انھوں نے علم وادب کے میدان میں اپنا سکہ جمایا۔ مرزا فتح محمد بیگ (۷)، رسالہ انجمن قصور کے مدیر رہے اور اسے شہرت کے آسمان پر پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔اس علاقے سے تعلق رکھنے والے بابو عطا محمد تھے جو تاریخِ ادب میں حاجی لق لق (۸)

کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ بابو عطا محمد چشتی کبھی ابوالعلائے چشتی کہلائے اور بالآخر تاریخ ادبِ اُردو کا ایک درخشندہ ادبی ستارہ بن گئے۔ رفعت نسرین ان کی پیدائش کے حوالے سے لکھتی ہیں:

''حاجی لق لق تحصیل قصور کے علاقہ پٹی میں ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد پرانی وضع کے مرنجاں مرنج انسان تھے جو ایک عرصہ تک پٹواری کے عہدے پر متعین رہے۔''(۹)

حاجی لق لق نے ابتدائی تعلیم قصبہ ''پٹی'' میں حاصل کی۔ اس کے بعد لاہور میں داخلہ لیا۔ ایف اے کے امتحان میں دو دفعہ ناکامی کے بعد اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور آپ فوج میں مترجم کی حیثیت سے بھرتی ہو گئے۔ رفعت نسرین حاجی لق لق کی فوجی ملازمت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''۱۹۲۴ء کے اوائل میں انھیں کیپٹن کے عہدے پر ترقی دے کر ریٹائر کر دیا گیا لیکن دوسری جنگِ عظیم کے دوران ان کی خدمات دوبارہ فوج کے لیے حاصل کر لی گئیں۔ فوج میں ان کا عہدہ باوقار اور آفیسرانہ تھا۔''(۱۰)

حاجی لق لق عمرِ عزیز کے چونسٹھ سال گزارنے کے بعد راہیِ ملکِ عدم ہوئے لیکن اپنے پیچھے نظم، نثر اور مزاح پاروں کا ایک ایسا اثاثہ چھوڑ گئے جو آج بھی انھیں زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔

حاجی لق لق کثیر التصانیف مُصنّف تھے۔ ان تصانیف میں نثر، نظم، مزاح اور افسانہ جیسی اصناف انھیں دوسروں سے منفرد بناتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ حاجی لق لق کے افسانے	مکتبۂ اردو لاہور
۲۔ جناح اور پاکستان	پنجاب آرٹس پریس، لاہور ۱۹۴۵ء
۳۔ اُردو کی پہلی کتاب	جالندھر، ۱۹۴۶ء
۴۔ منقارِ لق لق	اُردو اکیڈمی لوہاری گیٹ، جنوری ۱۹۴۷ء
۵۔ تقدیرِ کشمیر	اُردو بک سٹال، لاہور، ۱۹۵۰ء
۶۔ آدم للغات	نولکھا بازار، لاہور، جولائی ۱۹۵۱ء
۷۔ درانتی	اُردو بک سٹال، لاہور
۸۔ ادبِ کثیف	مکتبۂ اُردو لاہور
۹۔ پروازِ لق لق	مکتبۂ اُردو لاہور
۱۰۔ حیدر آباد دکن کے دو ہیرو	نولکھا بازار لاہور
۱۱۔ رفتارِ پاکستان	نولکھا بازار لاہور
۱۲۔ بوتل	نولکھا بازار لاہور
۱۳۔ بوتل ایڈیٹر کے کمرے میں	نولکھا بازار، لاہور

۱۴۔ اُردو کا قاعدہ، سیاسی سرکس، لقلقہ، عالمی معلومات (۱۱)

حاجی لق لق کی کتابوں کے عنوانات میں ایک عجب طرح کی انفرادیت، نُدرت اور تازگی ہے کہ یہ تصانیف علم و ادب کے ہر شعبے کی ترجمان دکھائی دیتی ہیں۔ حاجی لق لق کا وصف یہ ہے کہ انھوں نے بطور صحافی مختلف اخبارات اور رسائل و جرائد میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا اور اپنی ان تخلیقی صلاحیتوں کا اپنے معاصرین سے لوہا منوایا۔ حاجی لق لق کا نام ایک معنویت رکھتا ہے۔ خود حاجی لق لق اپنے اس نام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مجھے فوجی خدمات کے سلسلے میں عراق میں پندرہ برس رہنا پڑا تو عرب میں لمبی ٹانگوں والا ایک پرندہ پایا جاتا ہے جو شدید سردی کے موسم میں گرم خطوں کی طرف ہجرت کر جاتا ہے۔ یوں عرب اس پرندے کو حاجی لق لق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ حاجی کے معنی کچھ عرصہ کے لیے ہجرت کرنے کے ہیں۔ چوں کہ میری ٹانگیں بھی لمبی تھیں اور میں کچھ عرصے کو روزگار کی خاطر یہاں مقیم تھا۔ اس بنا پر انھوں نے مجھے حاجی لق لق کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ عراق سے پاکستان مراجعت کی تو روزگار کے سلسلے میں اخبارات سے منسلک ہو گیا اور فکاہیات کی کشتی چلانا شروع کی تو مجھے اپنے لیے ایک قلمی نام اختیار کرنا پڑا۔ بے اختیار میرے دماغ کے گنبد میں ایک نیا نام گونجا اور میں نے عراق میں دیے ہوئے خطاب کو قلمی نام کے طور پر اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ یوں میں حاجی لق لق کے نام سے مشہور ہو گیا اور یہ نام میرے اصل نام پر غالب آ گیا۔'' (۱۲)

فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد لق لق 'زمیندار' اخبار سے وابستہ ہو گئے اور ابوالعلائے چشتی کے قلمی نام سے مُستقل سیاسی مزاحیہ کالم (فکاہیات) لکھنے شروع کیے جو عرصہ دراز تک چھپتے رہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے دوسرے اخباروں، 'شاہباز'، 'انقلاب'، 'مغربی پاکستان'، 'نوائے پاکستان'، 'احسان' اور 'ناقوس' میں بھی کالم نویسی کا سلسلہ جاری رکھا۔ (۱۳)

حاجی لق لق کی نثر میں مزاحیہ رنگ غالب ہے۔ ان کے مضامین پڑھ کر قاری ہنسنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی تحریر میں دو طرح سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ ۱۔ واقعات سے، ۲۔ کردار نگاری سے۔

اُن کی زبان عام فہم، سادہ اور دل چسپ ہے۔ اندازِ تحریر میں سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ ادبی رنگینی بھی جلوہ گر ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں کا دروبست منشیانہ ترتیب کے ساتھ ساتھ عکسی خوبیاں بھی حاجی لق لق کی بالغ نظری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر حاجی لق لق کی مزاح نگاری کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''حاجی لق لق عامۃ الورود واقعات کو ایک خاص رنگ میں پیش کر کے مزاحی کیفیت پیش کرتے ہیں خواہ ان کا تعلق تمدن سے ہو یا رسم و رواج سے یا سیاست سے، لُطف یہ ہے کہ ایسے کسی واقعے کی طرف ایک لطیف انداز میں اشارہ کر دیتے ہیں کہ وہی اشارہ مزاح کا ایک بھرپور سرچشمہ بن جاتا ہے۔ نیز جو کچھ وہ کہتے ہیں کہ اس میں حد درجہ سادگی اور بے تکلّفی ہوتی ہے۔ سامع کو حقیقت تک پہنچنے میں قطعاً تکلّف نہیں ہوتا۔'' (۱۴)

خالص مزاح یا ہیومر مختلف طریقوں سے معرضِ وجود میں آتا ہے۔

۱۔موازنہ

۲۔دو چیزوں کی آپس میں مشابہت اوران کے تضاد سے جس قسم کی ناہمواریاں سامنے آتی ہیں، ان سے ہنسی کے پہلو نکلتے ہیں جس سے مزاح نگار پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔

اُردو نثر کی قدیم داستانوں میں ظرافت کے ابتدائی نقوش دکھائی دیتے ہیں۔ یہ نقوش رمزوایمائیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں لیکن بتدریج اُردو نثر میں مزاح کے عناصر داخل ہوتے گئے۔ غالب سے پہلے اُردو نثر مُقفّٰی و مسجّع تھی اوراس میں تکلّف کا رنگ دکھائی دیتا ہے لیکن غالب کی نثر میں آسانی وسادگی کے ذریعے ہلکے مزاح کی آمیزش قاری کو ہنسنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ حاجی لق لق ایک وسیع المطالعہ شخص تھے۔ فوج میں رہتے ہوئے انھیں مختلف قسم کی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا تھا۔ انسان ذہین ہو اور دوسروں کی تحریروں سے خوشہ چینی کرنے کا ڈھنگ اس کے اندر موجود ہو تو وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنا ایک الگ اُسلوب وضع کر لیتا ہے۔ یہ اُسلوب سنجیدہ بھی ہوسکتا ہے اور پُر مزاح بھی۔ حاجی لق لق نے مزاح نگاری سے اپنے صحافتی اور ادبی کیرئیر کا آغاز کیا تھا اور اپنے کتھارسس کے لیے انھوں نے اخبارات کا سہارا لیا۔ وہ مختلف مزاحیہ کالم ''پرواز لق لق'' اور ''منقارِ لق لق'' کے نام سے لکھتے رہے۔ ان کے یہ کالم روزمرہ کے سیاسی واقعات کو ہدفِ تنقید بناتے تھے اور مزاحیہ انداز میں لوگوں کے اصلاحِ احوال کی کوشش کرتے تھے۔ اس لیے ان کے کالم ذوق وشوق سے پڑھے جاتے تھے۔ اپنے ایک کالم میں ہندو اخبار ''ملاپ'' پر تنقید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''ملاپ'' کے مالک و مدیر مہاشہ خوش حال چند، خورشید ہمیشہ متفکر رہتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ہندو روز بروز کم ہوتے جا رہے ہیں۔ لاہور میں ایک دن پچاس مسلمان مرتے ہیں اور ستر پیدا ہو جاتے ہیں لیکن ہندو پچاس مرتے ہیں تو چالیس پیدا ہوتے ہیں۔'' (۱۵)

حاجی لق لق کی سترہ سے زائد کتب ہیں۔ یہ کتابیں مختلف اصنافِ ادب پر مشتمل ہیں۔ ان میں مزاح نگاری بھی ہے، سنجیدہ نثر بھی ہے، نظم نگاری بھی ہے، قطعات بھی ہیں اور ان کے افسانے بھی شامل ہیں۔ انھوں نے ہر صنف میں اپنی تخلیقی قوتوں کا اظہار کیا ہے۔ ان کی ایک کتاب ''درانتی'' کا عنوان سمیٹے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب حاجی لق لق نے اپنی فوجی زندگی کے حوالے سے رقم کی ہے۔ رفعت نسرین لکھتی ہیں:

> ''درانتی'' کو حاجی لق لق نے کچھ اس منفرد انداز میں پیش کیا ہے کہ پنڈت رتن ناتھ سرشار کے لافانی کردار ''خوجی'' کی قرولی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حاجی صاحب نے اس کتاب میں مزاح پیدا کرنے کے لیے لفظی مزاح اور واقعاتی مزاح کے حربے استعمال کیے ہیں۔ تحریف کا حربہ اس کتاب میں کہیں دکھائی نہیں دیتا، بسا اوقات خود اپنے آپ کو تضحیک کا نشانہ بنایا ہے۔'' (۱۶)

''درانتی'' میں عنوانات کی یہ ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

۱۔درانتی ۲۔پھر درانتی ۳۔درانتی اور گیلس ۴۔درانتی ڈانس

۵۔ درانتی کی جہاز پاشی ۶۔ جنگِ عظیم کی اعزاز بخشیاں
۷۔ حاجی لق لق کی عید ۸۔ ہیلو صاحبان ۹۔ بقر عید کے مہمانوں کے حلیے
۱۰۔ حاجی لق لق کی سلور جوبلی ۱۱۔ حکیم

رفعت نسرین ''درانتی'' کی جہاز پاشی کے ضمن میں لکھتی ہیں:

''حاجی لق لق کی درانتی کے قارئینِ کرام عنوان بالا کو پڑھ کر حیران ہوں گے کہ ضیا پاشی، گلاب پاشی اور آب پاشی کو گلستانِ بُوستان میں سنتے آئے تھے لیکن یہ جہاز پاشی کیا بلا ہے تو عرض ہے کہ یہ ان پاشیوں میں سے نہیں جن سے آپ مانوس ہیں بلکہ اُس سے ہمارا مطلب ''پاشی پاشی'' یعنی پاش پاش کر دینا ہے۔ اس مضمون میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہماری ''درانتی'' نے کس طرح ایک جنگی جہاز کو پاش پاش کر دیا۔ علامہ سندباد جہازی جانتے ہیں کہ ''ہیزم پاشی'' اس قسم کی ترکیب ہے۔''(۱۷)

حاجی لق لق کی مزاح نگاری جہاں اپنے اندر رمز و اشاریت کے پہلو سے مزین ہے وہاں یہ قارئین کے دلوں میں چٹکیاں لیتی ہے، گُدگُداتی ہے اور بے ساختہ ان کے لبوں پر ہنسی کے فوارے پھوٹنے لگتے ہیں۔ حاجی لق لق نے نثر کے ساتھ ساتھ اُردو نظم و غزل میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور سامعین کے ہونٹوں پر تبسّم بکھیرنے کا اہتمام کیا ہے۔ حاجی لق لق اپنی غزلوں کو ماڈرن غزلیں قرار دیتے ہیں۔ ان غزلوں کے اکثر اشعار مزاحیہ اُسلوب پر مبنی ہیں۔ چند شعر دیکھئے:

بہاتی ہیں جب اشکِ غم مری آنکھیں تو اے ہم دم!
مجھے دریائے جہلم کا دہانہ یاد آتا ہے
رقیبِ رو سیاہ کی گت بنانا سہل ہے لیکن
ٹھٹھک جاتا ہوں جب مجھ کو تھانہ یاد آتا ہے

....

مجھ کو ہے مرغوب مے زاہد کو شوقِ چائے ہے
اپنا اپنا شغل ہے اور اپنی اپنی رائے ہے

ان کی نظم میں پایا جانا والا اُسلوب بھی دیکھئے:

محبت بے ملاوٹ اور خالص مل نہیں سکتی
جہاں میں آج کل یہ جنس بھی گھی ہوتی جاتی ہے
یہ فلمی عشق کی تاثیر دیکھا چاہیے اے دل!
کہ جو فریاد کرتا ہوں وہ سرگم ہوتی جاتی ہے

....

وہ آئیں گھر پہ مرے ، مجھ کو اعتبار نہیں
یہ میرا گھر ہے ، کسی پیر کا مزار نہیں(۱۸)

ڈاکٹر وزیر آغا حاجی لق لق کی غزلوں، نظموں اور فکاہی کالم نگاری کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''حاجی لق لق یوں تو اپنی ان غزلوں اور نظموں کے لیے مشہور ہیں جس میں اُنھوں نے روایتی عشق و محبت کی بعض تلمیحات کی جگہ زمانۂ جدید کے بعض الفاظ استعمال کر کے اور یوں محبت کی لطافت کو زندگی کے بعض کرخت حقائق سے تشبیہ دے کر ہمواری پیدا کی ہے مگر فکاہی کالم کے سلسلے میں بھی ان کے ہاں لطائف، چٹکلے اور ایک مخصوص مزاحیہ انداز ملتا ہے جو عوام میں کافی مقبول ہے۔''(۱۹)

ڈاکٹر رؤف پاریکھ حاجی لق لق کی تاریخِ ادب میں اُن کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حاجی لق لق اُردو صحافت میں قیامِ پاکستان سے قبل اور بعد میں بھی بڑے مقبول رہے لیکن تاریخِ ادب میں انھیں وہ اہمیت نہیں دی گئی جن کے وہ مستحق ہیں حالاں کہ ان کے کالم، مضامین، افسانے اور شاعری نہ صرف طنز و مزاح کے نقطۂ نظر سے قابلِ قدر ہیں بلکہ اپنے دور کی بہت سی تفصیلات بھی لیے ہوئے ہیں۔''(۲۰)

مجموعی طور پر حاجی لق لق کی شخصیت کے حوالے سے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ وہ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں پیدا ہوئے۔ انیسوی صدی کی آخری چوتھائی میں جہاں ایک طرف سرسید کی سنجیدہ نثر نے اُردو ادب کی اصنافِ نظم و نثر کے لیے نئی راہوں کا تعین کیا تو دوسری طرف منشی سجاد حسین نے ''اودھ پنچ'' کا ڈول ڈال کر اس عہد کے مصائب و آلام کے لیے طنز و مزاح کا پیرایہ اختیار کیا اور ''اودھ پنچ'' میں ایسے ''لکھاریوں کو دعوت دی جو مزاحیہ انداز میں ان مشکلات کو اس طریقے سے نظم کریں کہ حکومتِ وقت کے لیے اسے ہضم کرنا آسان ہو جائے اور کسی کو اپنے مزاحیہ اُسلوب کی پاداش میں اس کے عتاب کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اکبر الہ آبادی نے اپنے اسی مزاحیہ اُسلوب کی بدولت حکومتِ وقت کے ظلم و ستم کو اجاگر کیا اور پھر ایک لمبی قطار ہے کہ ہر شہر سے پنچ نامے جاری ہوئے اور عوام الناس کے لیے ان کا اُسلوب من پسند ٹھہرا۔

حاجی لق لق کی تعلیم و تربیت اور ذہن سازی میں اس اُسلوب نے امرت دھارے کا کام کیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حاجی لق لق نے اپنے نام سے جو مزاح کا عُنصر پیدا کیا، مرتے دم تک ان کی تمام تحریریں (نظم یا نثر، صحافتی یا ادبی) اسی اُسلوب کی تشکیل میں کارفرما دکھائی دیتی ہیں۔ انھوں نے بہت سے اخبارات و جرائد کو اپنے سامنے جاری اور غائب ہوتے دیکھا۔ اقبالؒ کی شخصیت کا نمونہ بھی ان کے پیشِ نظر تھا۔ اس عہد میں جو ظریفانہ ادب لکھا جا رہا تھا، اس کا بھی عمیق مطالعہ کیا اور پھر سب سے ہٹ کر اپنا ایک اُسلوب بنایا، جو ان کی انفرادیت کا ثبوت ہے۔ آج وہ اگرچہ ہم میں نہیں لیکن انھوں نے فوج میں رہتے ہوئے خدمات انجام دیں اور انھیں اپنے نقطۂ نظر سے جس طرح سمجھا، ان کی تحریریں اس کا بھرپور عکّاس ہیں، وہ لوگ جو تحریکِ پاکستان کے مخالف تھے یا قائدِ اعظمؒ سے اختلاف رکھتے تھے، حاجی لق لق نے اپنے مخصوص اُسلوب میں، ان کی خوب خبر لی۔

آج اُردو کا ظریفانہ ادب ان کے تذکرے کے بغیر ادھورا ہے۔ پاک فوج کا یہ درخشندہ ستارہ آج بھی ہمارے لیے

قابلِ فخر ہے۔ باری تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ (آمین)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عبداللہ عبدی، جو عبداللہ خویشگی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔۱۶۳۳ء میں قصور میں پیدا ہوئے اور ۱۶۹۵ء میں فوت ہوئے۔ اپنے عہد کے عربی فارسی کے عالم فاضل اور نامور ادیب ومحقق تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۲ ہے۔ پروفیسر اقبال مجددی نے ان پر ایم اے کا مقالہ لکھا جو پنجاب یونیورسٹی کی ملکیت ہے۔ یہ مقالہ کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں قصور کے تاریخی، سیاسی، سماجی اور علمی و ادبی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عبداللہ خویشگی کی اہم تصانیف یہ ہیں۔ اخبار الاولیا میں لسان الاصفیا، معارج الولایت، تحقیق المحققین فی تدقیق المدققین اور فوائد العاشقین شامل ہیں۔ بحوالہ عطاء الرحمٰن، انجمن مفید عام قصور کی علمی و ادبی خدمات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص:۳

۲۔ مشہور صوفی بزرگ بابا بلھے شاہ ۱۶۷۵ یا ۱۶۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ محققین کو سالِ پیدائش پر اختلاف ہے۔ پیدائش ضلع بہاولپور کے قصبے ''اچ گیلانیاں'' میں ہوئی۔ والد ماجد سید سخی محمد درویش نے نقل مکانی کر کے ضلع ساہیوال کے ایک قصبہ ملکوال کو اپنا مسکن بنایا۔ ازاں بعد ضلع لاہور کے ایک قصبہ ''پانڈوکی'' میں رہائش اختیار کر لی۔ بابا بلھے شاہ نے اندرون کوٹ قصور میں حافظ غلام مرتضیٰ قصوری کی شاگردی اختیار کی۔ سید وارث شاہ بھی آپ کے ہم مکتب رہے۔ حافظ غلام مرتضیٰ قصوری کا اپنے دونوں چہیتے شاگردوں کے متعلق کہنا ہے:

''میںنوں دو شاگرد بڑے عجیب ملے سن، اک بلھے شاہ جس نے علم پڑھ کے سرنگی پھڑ لئی تے
دوجا وارث شاہ جیہڑا عالم ہو کے ہیر رانجھے دے گیت گاون لگ پیا۔''

بلھے شاہ اپنے عہد کے مشہور صوفی شاعر تھے۔ کلام کا نمونہ دیکھیے:

چل بلھیا! چل اوتھے چلیے ، جتھے سارے اَنھے
نہ کوئی ساڈی ذات پچھانے ، نہ کوئی سانوں مَنے

....

سچ سُن کے لوگ نہ سہندے نیں سچ آکھیے تاں گل پیندے نیں
فیر سچے پاس نہ بہندے نیں سچ مِٹھا عاشق پیارے نوں

بابا بلھے شاہ ۱۷۵۷ء میں فوت ہوئے۔ آج بھی ان کا صوفیانہ کلام ہر عاشق کے لیے حق کا پیغام ہے۔ بحوالہ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن میو، آفاقی شاعر بلھے شاہ، مشمولہ: اُردو نامہ، جلد نمبر ۲۲۔۲۳، شمارہ نمبر ۳۔۴، لاہور: ۲۰۰۶-۲۰۰۵ء، ص: ۸۵۔۸۴

۳۔ غلام محی الدین قصوری ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵۴ء انتقال فرمایا۔ قصور کے جید فقیہہ اور محدث تھے۔ فارسی اور پنجابی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ نے بہت تصانیف چھوڑی ہیں۔ کوٹ غلام محمد کے بڑے قبرستان میں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔ بحوالہ اسد سلیم شیخ، پنجاب کا علمی وادبی ورثہ، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء، ص:۲۹۱

۴۔ مولوی محمد شفیع نامور محقق، ماہرِ تعلیم تھے، کیمبرج یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیمی ڈگری حاصل کی۔ اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر اور پرنسپل رہے۔ بہت سی تصانیف اور سو سے زائد مقالات آپ کی یادگار ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۶۳ء میں وفات پائی۔ بحوالہ پنجاب کا علمی وادبی ورثہ، ص:۲۹۱

۵۔ ڈاکٹر منظور الٰہی ممتاز کا تعلق شیخ برادری سے تھا۔ اردو ادب میں ایم۔اے کیا۔ ''اردو میں حج کے سفرنامے'' کے موضوع پر پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ افسانہ نگار، نقاد اور محقق تھے۔ اخبارات میں بھی لکھا۔ ادبی رسائل کے علاوہ اردو ڈائجسٹ اور قومی ڈائجسٹ میں بھی لکھتے رہے۔ ملازمت کی بجائے کاروبار کو ترجیح دی۔ دو شادیاں کیں۔ آپ کی دس سے زائد تصانیف آپ کے عمدہ اُسلوب کی یادگار ہیں۔ بحوالہ ''الادب'' مجلّہ گورنمنٹ اسلامیہ کالج قصور، گولڈن جوبلی نمبر ۹۸۔۱۹۹۷ء، ص:۶۹۷

۶۔ خلیل آتش قصوری مشہور پنجابی شاعر تھے۔ ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸۸ء میں فوت ہوئے۔ علامہ اقبال کی اسرارِ خودی کا ترجمہ ''بھانبڑ'' بھیت خودی دے کے عنوان سے کیا۔ فارسی کتاب اسرارِ رموز کا بھی منظوم پنجابی ترجمہ کیا۔ بحوالہ اسد سلیم شیخ، نگر نگر پنجاب، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص:۵۹۵

۷۔ مرزا فتح محمد بیگ پٹی کے رئیس اور انجمنِ مفید عام قصور کے سیکرٹری تھے۔ رسالہ انجمن قصور کے مدیر بھی رہے۔ ان کی ادارت میں رسالہ انجمنِ قصور کے کئی خاص نمبر شائع ہوئے۔ جس میں مسدسِ حالی نمبر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ بحوالہ رپورٹ ہفت سالہ رسالہ انجمن قصور، جلد ۸، شمارہ ۱، ۱۸۸۱ء، مطبوعہ انجمن قصور ص:۲

۸۔ رفعت نسرین، حاجی لق لق، مقالہ برائے ایم۔اے اردو، غیر مطبوعہ مملوکہ اورینٹل کالج لائبریری، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص:۱

۹۔ ایضاً ص:۲

۱۰۔ ایضاً ص:۶

۱۱۔ ایضاً ص:۱۷۵

۱۲۔ ایضاً ص:۱۶

۱۳۔ آئی۔ رصدیق، بریگیڈیر (ر)، اربابِ سیف و قلم، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص:۷

۱۴۔ ایضاً ص:۵۸

۱۵۔ زمیندار اخبار، ۱۲۱ پریل ۱۹۳۳ء

۱۶۔ رفعت نسرین، حاجی لق لق، ص:۲۲۔۲۱

۱۷۔ ایضاً ص:۶۵

۱۸۔ ایضاً ص:۱۵۰

۱۹۔ ایضاً ص:۱۵۸

۲۰۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اُردو ادب میں طنز و مزاح، لاہور: مکتبۂ عالیہ، ۱۹۹۹ء، ص:۴۷۔۳۴۶

۲۱۔ رؤف پارکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۲ء، ص:۴۶۷

☆......☆......☆